

رونقِ عزا کے لیے تارِ بخوار مقبول
زخموں کا مجموعہ

مہرِ فحائل

مصنفہ

سید درانت علی صاحب
فسکرِ کھنوی

تعارف

”مہرِ نغلات“ سزیزی سید دراشت علی کے مصنفہ نوجوان کا مجموعہ ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ نوحوں میں جو خوبیاں ہونا چاہیے یہاں سے موجود ہیں۔ زبان کے سادگی و صفائی و سلاست کے ساتھ ساتھ اظہارِ جذبات میں حسن ہے، خلوص ہے، صداقت ہے اور اسی میں نوحوں کے پُر تاثیر و مبکی ہونے کا راز ہے۔

اس مجموعے کے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر تاریخِ غم کے واسطے الگ الگے نوحے ہیں اور ہر موصوم کے وفات یا شہادت کے تاریخیں بھی درج ہیں۔

میری دعا ہے کہ یہ نوحے مقبول ہوں اور ایصالِ ثواب کا وسیلہ بنیں۔

اثرِ لکھنوی

۱۳ جولائی ۱۹۵۵ء

عرض فکر

میری زندگی کچھ اس قدر آلام و افکار میں گزری کہ برادرِ مولوی سید ظفر حسین صاحب ظفر نے فکرِ تخلص ہی رکھ دیا۔ شاعری کے لیے دماغی سکونِ اطمینان چاہیے جو بد قسمتی سے میرے واسطے اب تک مفقود ہے۔ تخلص محض چند نوجوانوں کی بیاض (مہرِ فغاں) تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر برادرِ محترم عالیجناب نواب جعفر علی خاں صاحب اثر لکھنوی اصلاحی نظر سے ملاحظہ فرمانے کے بعد ہمت افزائی نہ فرماتے تو مجھے اس بیاض کو چھپوانے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔ میں موصوف کا صدقِ دل سے نہایت شکر گزار ہوں۔

سید وراثت علی
فکما لکھنوی

مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۵۵ء

ایک انتقال ۱۰ ستمبر ۱۹۶۰ء

فہرست نوحہ جات

برائے سوم نوحہ	۲۰	برائے ۲۹ ذی الحجہ چاند رات	۱
۲۰ محرم دسواں	۲۱	برائے یکم محرم	۲
۲۵ محرم امام زین العابدین	۲۲	۲ محرم ۲۸ رجب	۳
۳۰ محرم (بیسواں)	۲۳	۳ محرم	۴
حضرت سکینہ (۱۰ صفر)	۲۴	۴ محرم	۵
۱۰ صفر (مہینہ)	۲۵	۵ محرم	۶
۲۰ صفر (برائے چہلم)	۲۶	۶ محرم	۷
۲۸ صفر امام حسن و محمد مصطفیٰ	۲۷	۷ محرم (جناب قاسم)	۸
۳ جمادی الثانی جناب سیدہ	۲۸	۸ محرم (جناب عباس)	۹
۳ رجب (امام علی نقی)	۲۹	در حال شہادت حضرت عباس	۱۰
۵ رجب (امام جعفر صادق)	۳۰	روایت " " "	۱۱
۲۵ رجب (امام موسیٰ کاظم)	۳۱	برائے ۹ محرم شب عاشور	۱۲
۱۹ رمضان	۳۲	۹ محرم	۱۳
" ۲۰	۳۳	۹ محرم نوحہ	۱۴
" ۲۱	۳۴	۱۰ محرم الوداع	۱۵
۲۳ ذیقعدہ (امام علی رضا)	۳۵	۱۰ محرم سواری رخصت	۱۶
۲۹ ذیقعدہ (امام محمد تقی)	۳۶	برائے وقت رخصت امام حسن	۱۷
۷ ذی الحجہ	۳۷	برائے روز عاشورہ نوحہ	۱۸
(امام محمد باقر)		" گیارہ محرم نوحہ	۱۹

مندرجہ ذیل قصائد مرحوم نے اپنی علالت کے آخری زمانے میں ارشاد فرمائے ہیں جو نذر ہیں۔
 مومنین ایک سورہ فاتحہ سے مرحوم کی رُوح کو شاد فرمائیں

قصیدہ در مدح امام محمد باقر علیہ السلام

کروں میں اس امام پاک کی حمد و ثنا کیونکر	شرف ہے خاندانی جس کا ہر معصوم سے بہتر
لقب پایا تعالین العابدین کا باپ نے جس کے	تھی جس کی ماں بھی بنتِ رضیٰ فرزندِ پیغمبر
اگر نانا کو بھلاتے تھے کا ندھے پر رسول اللہ	تو دادا کے لیے ناقابے مسجد میں پیغمبر
علی کے بعد پھر نانا امامت پر ہوئے فائز	تو جد کی نسل میں ہیں تو امام طاہر و اہلہ
امام ابن امام ابن امام ابن امام اس کی	کرے کیونکر یہاں توصیف مجھ سا خاظمی و احقر
علی مرتضیٰ شیر خدا پر دادا پر نانا	امام اولیں زوج بتوں و نفس پیغمبر
ہیں دادی بنت کسریٰ شہزادی ملک فارس کی	تو پردادی جناب احمد مرسل کی ہیں دختر
رسول اللہ جن کے واسطے اٹھتے تھے تعظیماً	رہے گا گیارہ سو افرزند قائم جن کا تا محشر
فضائل شہزادی کے یاں کیونکر کرے کوئی	خدیجہ محسن دیں سابق الاسلام کی دختر
وہ خاتون معظم ناز تھا جس پر طہارت کو	گواہی آیہ تطہیر نے دی عرش سے آکر
یہی وہ ذات ہے جس پر بزرگی ناز کرتی ہے	نار العالمیں کی سیدہ اور شافع محشر
نبیؐ سب کے لیے تھے ہادی برحق زمانے میں	نار العالمیں کے واسطے تھیں فاطمہ رہبر
زمانہ دہر میں تبلیغ کیونکر سے انبیؐ کرتے	رہیں مصروف درس اپنے عمل سے فاطمہ اکثر
کوئی عورت نبوت پر نہیں فائز ہوئی در نہ	میں کہہ دیتا ہوں زہرا آیہ تطہیر پڑھ پڑھ کر

شبِ آغازِ ماہِ محرم
۲۹ ذی الحجہ

نوحہ

کھینچی ہے تیغ کہ ہے چرخِ پُر ہلالِ عسرا
نہ چاند دیکھتے ہی کس طرح ہیں آنسو
یہ چاند وہ ہے کہ دھویں کو جس کی ہلے غضب
یہی وہ چاند ہے جس میں کہ اہلِ کوفہ نے
امامِ وقت جو تھے بعدِ سرورِ ذی شاں
ہو اتفاقِ جن کے مکاں سے رواجِ پرفے کا
تھے جمع کو چہ بازار میں تماشا ئی
خدا کے واسطے کچھ ظالموں ترس کھاؤ
یزید تخت پہ ہے زیرِ تختِ فرقِ امام

سوادِ شب ہے کہ خمیوں سے ہے دھواں اٹھا
اسی مہینہ میں احمد کا گھر تباہ ہوا
سہرِ حسینؑ ہوا وقتِ عصر تن سے جڑا
جلائے خمیے اور اہلِ حرم کو لوٹ لیا
اسی مہینہ میں اعدائے ان کو لوٹ لیا
اسی مہینہ میں چھینی سڑوں سے اُن کے رُدا
ہجومِ عام میں اہلِ حرم کا سر تھا کھلا
ہجومِ عام کجا آلی بو تراب کجا
سہرِ حسینؑ کجا مجلسِ شراب کجا

ہے اشتیاقِ زیارت سے ہند میں میتاب
بلا لوفکر کو ردِ ضمہ پہ اپنے اے مولا

نوحہ

اے مومنو جس ماہ میں مارے گئے سرور اس کی ہے یکم آج
جس ماہ میں ننگے پھرے زینب مضر اس کی ہے یکم آج

شکیزہ سکینہ کائے نہر پہ آگے، شانوں کو کٹا کے

جس ماہ میں مارے گئے عباس دلاور اس کی ہے یکم آج

بعدِ فقاقتل کے میدان میں آئے، برقی کی آنی سے

جس ماہ میں مارے گئے ہمشکل پیمبر اس کی ہے یکم آج

جنگاہ میں ہاتھوں پہ شہ ہر دوسرا کے لب خشک دکھا کے

جس ماہ میں بے شیر سدھار اسوے کوثر اس کی ہے یکم آج

جس ماہ میں سرتن سے جدا ہو گیا شہ کا افسوس کی ہے جا

جس ماہ میں ترخوں سے ہوا شمر کا خیر اس کی ہے یکم آج

سر پیٹو مجھ کو کہ شہ کون و مکاں کی سلطانِ زماں کی

جس ماہ میں پامال ہوئی لاش مہر اس کی ہے یکم آج

زہرا و رسولِ مدنی، حیدرِ صفدر اور حضرت شہپر

جس ماہ میں بے چین رہے قبر کے اندر اس کی ہے یکم آج

کیوں فکرِ محرم میں بھی کیا دل کو ہو فرحت اک گو نہ مسرت

جس ماہ میں ایں جاوگا قبر شہ دیں پر اس کی ہے یکم آج

تیسری محرم

نوحہ

تیسری ماہِ عزاکِ آئی جب اے مومنین
 چھوڑ کر شہرِ مدینہ آئے ہیں کرب و بلا
 عرش کو جنبش ہوئی پہنے لگا چرخ بریں
 راکبِ دوشِ پیمبرِ رحمۃ للعالمین
 چار سو سے اس طرف آ رہے ہیں اعدائے دیں
 جنگ پر آمادہ ہیں کس سے یہ انواجِ لعین
 خود سمجھتے ہیں جسے دلبندِ فتنہ المرسلین
 زینتِ عرشِ خدا ہے اور امامِ المتقین
 اور آمادہ ہیں بہرِ قتل اب اعدائے دیں
 طالبِ بیعتِ امامِ دقت سے ہیں مشرکین
 یہ ستم کیسا ہے بولو تو سہی اے اہل کین
 غمناک سارا زمانہ ہو گیا مظلوم سے
 غیر کی بیعت کرے کس طرحِ فرزندِ رسول

کر دعا اے فخرِ حق سے پھر زیارت ہو نصیب
 دم اگر نکلے تو نزدِ روضہ سلطانِ دیں

چوتھی محرم

نوحہ

محرم کی ہے چوتھی دل پر طاری اک نیا غم ہے
جلی آتی ہیں فوجیں قتل کرنے شاہِ دالاکو
ادھر بیتابیاں اہلِ حرم کی بڑھتی جاتی ہیں
نعیں شاداں میں داں فوجوں کی کثر بڑھتی جاتی ہیں
شفیٰ خیموں کے پاس آتے ہیں ڈراتے ہوئے گھوٹے
ہوا ہے کر بلا میں آپ کا جس روز سے آنا
طلب فرمائیے اب کر بلا میں فسر کو آنا
زمین کر بلا پر خیمہ شاہِ دود عالم ہے
تلاطم ہے زمین کر بلا جنبش میں پیہم ہے
ادھر پیاسا لہو کا شاہ کے ہر اک اظلم ہے
یہاں تنہا امام دیں ہیں اور سکتہ کا عالم ہے
ڈرے جلتے ہیں بچے بی بیوں میں شورِ ماتم ہے
اُسی تاریخ سے فوجوں کا زعفرانہ پہ پیہم ہے
کہ اسکے دل کا رنج و غم سے اب کچھ اور عالم ہے

پانچویں محرم

نوح

پانچویں ماہ محرم کی ہوئی جب مومنین
 کیا تمکرم تھے کہ نزدِ خیمہ اہلِ حرم
 وہ چمک نيزوں کی اور جھنکار تلواروں کی آہ
 شہ سے جب زینبؓ نے پوچھا یہ کہ اب آیا ہے کون
 جیسے ہی نام لیں شہ کی زباں پر آگیتا
 شہ نے فرمایا بہن کیوں اس قدر ہے اضطراب
 خود سنا ہے میں نے نانا کو یہ فرماتے ہوئے
 آپ ہی فرمائیے پھر کیوں نہ ہوں میں بے حواس
 سن کے یہ شہ نے کہا صبر و رضا سے کام لو
 مصلحت ہے حق کی کیوں ہو اس قدر اندوہ گز

یاسین ابن علیؑ صدقہ رسول اللہ کا
 کربلا میں فسر کی ہو قبرِ روضہ کے قریں

چھٹی محرم

نوح

ششم ماہ عزاکو کر بلا میں حشر برپا تھا
 خیام شاہ دیں انھوار ہے تھے نہر سے اعدا
 یہاں تو روکتے تھے جنگ سے عباس کو سرور
 چڑھا کر جس کو کا ندھے پر پیمبر فخر کرتے تھے
 بے بجوری ہٹائے اس نے اپنے خیمے دریا سے
 ادھر تو نہر سے خیمے حرم کے اٹھتے جاتے تھے
 یہ کیسا انقلاب آیا زمانے میں کہ دریا پر
 حباب اس غم سے اب تک سر ٹکاتے ہیں لب ساحل
 حسین ابن علی سے منحرف سارا زمانہ تھا
 عہد ابر حسین ابن علی کو غیظ آتا تھا
 لڑائی آج ہی ہو ہر شقی کا داں ارادہ تھا
 اسی ابن رسول اللہ پر فوجوں کا نزعہ تھا
 کہ جس کی ملک میں اے مومنو ہر ایک دریا تھا
 ادھر شیر کی آنکھوں سے جاری خون کا دریا تھا
 خیام اعدائے اس جا میں جہاں پرشہ کا خیمہ تھا
 کہ شاہ بحر و بر کے واسطے دریا پر پہرا تھا
 یہ قسمت تھی جو اک شب بھی رہے اسے فکڑ نہ پر
 ہم ایسے عاصیوں کا کر بلا میں کب بٹھکا نہ تھا

نوحہ

ساتویں ماہِ عزاکِ آج ہے اے مومنین
 پہر بھلائے گئے ہیں نہر پر اس واسطے
 جانور تک نہر سے میرا ہوں افسوس ہے
 ہے یہ دن مخصوص بہرِ قاسمِ گلگوں قبا
 اس قدر کس تھا فرزندِ حسن اے مومنین
 ناصروں کو جمع کر کے جب شبِ عاشور آہ
 جوڑ کر ہاتھوں کو قائم کرنے کیا یہ عرض تب
 شرنے پوچھا موت کیسی ہے بتائے نہ ہال
 سن کے ریشہ نے کہا ہاں تم بھی گل ہو گے شہید
 نامِ صغیر سنئے ہی قاسم نے گھبرا کر کہا
 وہ تو جاسکتا نہیں میدان میں بہرِ جہاد
 ہوں فلا جات میں ہماری کس قدر غیرت تھی آہ
 اب میں کہتا ہوں کہ آؤ شام کے بازار میں
 جن کے پردے کا تھیں اتنا تھا لے مولا خیال
 بند پانی کر چکے ہیں شاہ پر اعدائے دیں
 تازہ پائیں اک قطر بھی امامِ امتقیں
 اور ترسیں ایک قطرہ کو شہِ دنیا دیں
 حالتِ ابنِ حسن بھی کچھ سنیں اب حاضر ہیں
 پشتِ مرکب پر بٹھائے آئے تھے خود شاہ دیں
 دے چکے سب کو شہادت کی خبر سلطان دیں
 نامِ میرا بھی شہیدوں میں لکھا ہے یا نہیں
 شہد ہے زلزلہ ہے شیریں تب یہ بولا وہ حسین
 اور علی اصغر کو بھی ماریں گے یہ اعدائے دیں
 میرا چھوٹا بھائی تو خیمہ میں ہے یا شاہ دیں
 اے چچا خیوں میں بھی درائے گئے کیا یہ لعین
 دھیان سے بے پردگی کے ہو گئے قاسمِ حزیں
 اور ذرا دیکھو تو حالِ عسرتِ سلطان دیں
 عامِ مجمع میں کھلے سر ہیں دو با حالِ حزیں

اب جگر پھٹتا ہے نوحہ ختم کراے نگر جلد
 اور دعا کر یہ کہ دم نکلے تو روغنہ کے قرین

آٹھویں محرم

نوح

بے خصوص آٹھویں ماہ عزرا کی جس دلاور سے
 طلایہ پھر رہے تھے نہ شب عاشور جب ہر سو
 کہ بھیا صبح کو قربانی آل محمد ہے
 نہیں ہے کوئی بھی اولاد مجھ دکھیا کی دنیا میں
 سنی جب یاس کی تقریر یہ عباس غازی نے
 ہوں میں بھی تو غلام ایک آپکا کیوں آپ کو غم ہے
 غرض ہمیشہ کوسکین دے کر حید ہوئے مولا
 کراے آقا خبر لے لیجئے روز عاشورہ
 اُسی گھر میں چلے آئے عیسیٰ لیجئے خبر مولا
 شقی عابد کو لے کر اب چلے ہیں جانب کوفہ
 بڑی الفت تھی اس جہار کو سبط پیمبر سے
 تو کلثوم اس گھڑی یہ کہہ ہی تھیں اس دلاور سے
 نثار اولادیں اپنی سب کریں گے شاہیں پر سے
 حجاب کا کھانکال کے دن مجھے سبط پیمبر سے
 تو رکھ کر سر کو قدموں پر کہا کلثوم مضطر سے
 مجھے کل آپ صدقہ کیجئے کاش وہ دیں پر سے
 خطاب اب میں یہ کرتا ہوں عہدار دلاور سے
 مستمگر لے گئے چادر اسی کلثوم کے سر سے
 کہ جاری رسم پردہ کی ہوتی تھی آہ جس گھر سے
 اٹھے گا بار کیوں کر طوق کا بیمار دلاور سے

بلا لیجئے سوئے کرب و بلا اب فکر کو مولا !
 کہ صدمے اٹھ نہیں سکتے ہیں سکے تلب مضطر سے

آٹھویں محرم

نوح

بڑی الفت تھی اس جہار کو سبط یمبر سے
تو کلثوم اس گھڑی یہ کہہ رہی تھیں اس دلاور سے
نثار اولادیں اپنی سب کریں گے شاہیں پر سے
جبابیگاں کے دن مجھے سب بھاپیمبر سے
تو رکھ کر کہہ دو قدموں پر کہا کلثوم مضطر سے
مجھے کل آپ صدقہ کیجئے گا تھو دیں پر سے
خطاب اب میں یہ کرتا ہوں عہدار دلاور سے

ستمگر لے گئے اچادر اسی کلثوم کے سر سے
کہ جاری رسم پردہ کی ہوئی تھی آہ جس گھر سے
اٹھے گا بار کیوں کر طوق کا بیمار دلاور سے

بے مخصوص آٹھویں ماہ عزہ کی جس دلاور سے
طلایہ پھر ہے تھمتہ شب عاشور جب ہر سو
کہ بھیا صبح کو قربانی آل محمد سے
نہیں ہے کوئی بھی اولاد مجھ دکھیا کی دنیا میں
سنی جب یاس کی تھرتیر یہ عباس غازی نے
ہوں میں بھی تو غلام ایک آپکا کیوں آپ کو غم ہے
غرض ہمشیر کو تسکین دے کر حبیہ ہوئے مولا

کراے آقا خبر بد لیجئے روز عاشور
اُسی گھر میں چلے آئے لیں لیجئے خبر مولا
شقی عابد کو لے کر ب چلے ہیں جانب کونہ

بلا لیجئے سوئے کرب و بلا اب فکر کو مولا !
کہ مدے اٹھ نہیں سکتے ہیں سکے تلب مضطر سے

نوح

شہادتِ حضرت عباس علیہ السلام

کہ صبر نہ نہیں سکتا ہے اب اس احقر سے
 ہمارے اعطش آتی ہے خیموں کے در سے
 کہ میری پیاری سکینہ نہ آب کو تر سے
 سمجھ لی بھائی کی مرضی سکوتِ سرد سے
 چلا دلیر رضا پاتے ہی دلاور سے
 سوئے خیم پھرے لڑتے فوج اکفر سے
 جو ایک لعین نے کیا اس پہ دارِ خنجر سے
 تمام فوج کی تھی جنگ اک دلاور سے
 اہو کا بہہ گیا دریا تنِ مطہر سے
 کہ سرخرو ہوں پلا کر میں بنتِ سرد سے
 کہ آکے تیر پڑا لشکرِ ستمگر سے
 اک آہ سرد اُدھر نکلی قلبِ مضطر سے
 خطاب کر کے کہا تب جری نے سرد سے

یہ بولے حضرت عباس آکے سرد سے
 ہیں بچے تشنہ دہانی سے جاں بلب مولا
 جو اذنِ جنگ نہیں، لانے دیجئے پانی
 یہ سن کے حضرت شبیر نے جھکایا سر
 اٹھا کے مشکِ دلم اورے کے ایک نیزہ
 بھگا کے فوجِ ستم اور بھر کے نہر سے مشک
 تھی مشکِ دوش پر اور دستِ راست میں نیزہ
 سنبھالا مشکِ دلم بائیں ہاتھ سے لیکن
 بالآخر اس پہ بھی تلوار اک شقی کی پڑی
 مگر تھی کوششِ عباس پانی بچ جائے
 دبا کے دانتوں میں تسمہ بڑھے تھے آپ ابھی
 دھرتو مشک چھدی دھار لگی پانی کی
 کچھہ در آگے بڑھے تھے کہ سر پہ گرنے پڑا

کہ جان اپنی فدا کی عنایہ میں نے مولا
 ہدایہ میں کے مکر تھام کے چلے حضرت
 کہ ہر سے آئی نذا جلد لے چلو بیٹا
 غرض کہ پہنچے تو غلطاں تھے خون میں عباس
 اٹھا کے سر رکھا زانو پر اور رو کے کہا
 کہا یہ حضرت عباس نے کہ اے آقا
 ایک آنکھ تیرے زخمی ہے اور دوسری پر
 عبا کا دامن اٹھا کر وہ خون شہ دیں نے
 رخ حسین کو حسرت سے دیکھ کر ایک بار
 مجھے یقین ہے پس قتل فوج کو فہ دشنام
 سپرد کر کے میری لاش ابن سعد کو تم
 عبید بن جراح کے پامال کر دے لاش میری
 خطاب شد سے کیا پھر کے میرے لاشے کو
 کیا تھا وعدہ سکینہ سے پانی لانے کا
 یہ کہتے کہتے سدھارے سوئے جاناں عباس

دعا کر دے اب اسے شکر تم کہ یا عباس
 قریب قبر طے روضہ منور سے

دعا ہے میری ہوں اب دیدار سے
 یہ کہتے جاتے تھے درو کے شاہ اکبر سے
 کہ مرتے وقت گھلے لیلوں میں برادر سے
 نہ دیکھی جاتی تھی حالت جبری کی سرور سے
 اگر ہو کوئی تمّت کہو برادر سے
 تھا دل میں شوق زیارت مگر مقدر سے
 جما ہے خون نکل کر شگافہ سر سے
 چھڑا دشت میں درو کے دست اظہر سے
 قریب اپنے بلا کر کہا یہ اکبر سے
 کریں گے بے ادبی جسم شاد صدف سے
 میری طرف سے یہ کہہ دینا بانی شہر سے
 کہ روز حشر خجالت نہ ہو پیمبر سے
 حضور اٹھائیں نہ لاش اس جگہ پر سے
 ہوں شہر مسار میں آقا پیاری دختر سے
 حسین روئے لپٹ کر تن برادر سے

نوح

تربت بے شیر پر کہتی تھی ماں اصغر اٹھو
کب تک اس تنہائی میں سوئے لے دلبر اٹھو

بے اندھیرا گھر میں نظروں میں جہاں تارک ہے
کب تک تنہا رہو گے اے مادر اٹھو

ہم سبھیوں کو قید کر کے اشتیاق لے جائیں گے
کس طرح تنہا تمہیں چھوڑے گی یہ مادر اٹھو

گود خالی دیکھ کر پوچھے مگر صغیر تمہیں
کہا کہ اس نالوں سے مادر مضطر اٹھو

گود سے میری جدا ہوتے نہ تھے تم تو سمجھی
نہیں اس سنسان بن میں آگئی کیونکر اٹھو

کس لیے ناراض ہوؤ منانوں میں تمہیں
کچھ زباں سے کہو صدقہ گئی مادر اٹھو

دودھ دودن سے نہ پایا اس لئے روٹھے ہو کیا
بیکس و مجبور ہے ماں اے میرے دلبر اٹھو

کس طرح تنہا اندھیری رات میں نیند آئیگی
آؤ سینے سے لگا لے ماں علی اصغر اٹھو

ہو گئی ہے زندگی دشوار اب افکار سے
فکر روضہ پر چلو بس یا علی کہہ کر اٹھو

نوح

شب عاشور

نہم محرم

عرو کی فوج میں قتل شدہ بکیں کا سامان ہے
 ہمارا سید و آقا نقطہ ایک شب کا مہماں ہے
 ملی ہے مہلت ایک شب کی جو اعلا سے عبادت کی
 تو صرف طاعت معبود ہر ایک بادل دجاں ہے
 اسی شب ناصروں کو جمع کر کے شاہ والا نے
 کہا سب سے سحر کو قتل کا میرے تو ساماں ہے
 تمھاری گردنوں سے اپنی بیعت میں اٹھاتا ہوں
 جدھر جاؤ چلے جاؤ تمھارا حق نگہبان ہے
 کہا ہر جہی نے گر کے قدموں پر شہ دیں سے
 نہیں چھوٹے گا دامن ہم سے جب تک جسم زمین جاں ہے
 خدا را ہم غلاموں کو نہ قدموں سے جدا کیجئے
 فدا ہو جائیں ہم سب آپ پر نیل میں اراں ہے
 سنہ اسٹھ جمعہ کی رات اور سنائے کا دہ عالم
 ہے تاریکی زمانے بھر میں زلف شب پریشاں ہے
 بلا کو کربلا میں فکر کو اسے سید والا
 وہیں کی سبز زمیں پر قبر ہو یہ دل میں اراں ہے

نوح

بولی ماں دیکے تم دا غجدائی بیٹا
 تم کو دودھ لہا بھی نہ اے لال بنانے پائی
 دل میں حسرت تھی کہ پروان چڑھائی تم کو
 شہ اکیلے ہیں بس اب سوچکے اے لال اٹھو
 کس لئے روٹھے ہو آؤ میں منالوں تم کو
 میت آئی علی صغریٰ تو بولیں یہ رباب
 دل میں ارماں تھا کہ میں دودھ بڑھائی لیکن
 رات اندھیری ہے بیا بان میں ڈرجاؤ گے
 داری اس دشت میں مجھ کو کھجلی سے چھٹ کر
 ہائے اس سن میں تمہیں بھی اجل آئی بیٹا
 کہ سناں سینے پہ ظالم نے لگائی بیٹا
 پر یہاں آکے لٹی میری کماٹی بیٹا
 نیند کیسی علی اکبر تمہیں آئی بیٹا
 کچھ زباں سے تو کہو ہدایتیہ دال کی بیٹا
 نیند اس پیاس میں کیونکر تمہیں آئی بیٹا
 ہوئی پیکال سے تیری دودھ بڑھائی بیٹا
 گود میں آؤ یہ کیا دل میں سمائی بیٹا
 ہائے آغوش لحد تم نے بسائی بیٹا

چھوٹی سی لاش پہ اے سکر یہ ماں کہتی تھی
 گھٹنیوں پہ چلنے نہ پائے اجل آئی بیٹا

الوداع

برائے دہم محرم

آکے خیمہ میں کہا شہ نے کہ خواہر الوداع
میں بھی مرنے جاتا ہوں اے بنت حیدر الوداع
بعد میرے صبر کرنا جو مصیبت بھی پڑے
الوداع اے زینب و کلثوم مضطر الوداع
جا کے عابد کے سر ہانے پھر یہ بولے شاہ دیں
اے میرے بیکس پس ہمارا دلا غر الوداع
تم امام وقت ہو گے میرے مرجانے کے بعد
صبر ہر حالت میں کرنا بہر دور الوداع
بیڑیاں اور طوق پہنائیں تمہیں گر اشقیا
بد دعا کرنا نہ اے دلہند حیدر الوداع
پھر گئے پٹا کے یوں بالی سکینہ سے کہا
اے میرے سینہ پر سونے والی دختر الوداع

ضد نہ کرنا بعد میرے اسے میری نوز نظر
 اب محافظ ہے تیرا خلاق اکبر الوداع
 آنسوؤں کے تار نے دل کی رگیں سب توڑ دیں
 چپ رہو رو لینا بیٹی مجھ سے چھٹ کر الوداع
 پیار کر کے پھر سکینہ کو اتارا گود سے
 اور کہا اہل حرم سے شہ نے رو کر الوداع
 آخری صحبت ہے یہ اور آخری یہ گفتگو
 اب نہ کچھ تم سے کہوں گا تا بہ محشر الوداع
 تم کو بھی پہونچے میری جانب سے اے فضا سلام
 اے کنیز مادر شپیر و شپیر الوداع

ہند سے اب تک نہ نکلے تم تو اے فضا حزیں
 اور رخصت کر دیا سرور کو کہلے الوداع

سواری

رخصت امام حسین علیہ السلام

یا حضرت شہیدِ خدا حافظ و ناصر
اے صاحبِ توقیر خدا حافظ و ناصر
فرزندِ رسول ابنِ علی شاہِ دو عالم
شاہِ نشہ دل گیر خدا حافظ و ناصر
معصومہ کونین کی آغوش کے پالے
اے صاحبِ تطہیر خدا حافظ و ناصر
سرِ درجوانانِ جناتِ زینتِ عالم
اے عرش کی تنویر خدا حافظ و ناصر
کس طرح غلامِ آپ کو رخصت کریں مولا
کیوں کر کہیں دلگیر خدا حافظ و ناصر
محتاجِ کفن بے وطنِ دصا بردشاہِ کبر
اے صبر کی تصویر خدا حافظ و ناصر
بے یار و مددگار شہیدِ رہ خالق
اے کشتہ شمشیر خدا حافظ و ناصر
تشنہ دہن آوارہ وطنِ شاہِ شہیداں
اے بے کس و دل گیر خدا حافظ و ناصر
اے شکرِ ہم اب بھی نہ گئے روضہ شہ پر
ادر جاتے ہیں شہیدِ خدا حافظ و ناصر

نوحہ (رخصت آخر امام حسینؑ)

جب ہوا خلق علی اصغر نشانہ تیر کا
اور شہہ دیں دفن لاشہ کر چکے بے شیر کا
آکے خیمہ میں کیا سب بیبیوں سے یہ خطاب
اب جہاں میں کوئی بھی نموس نہیں شبیر کا
تم سبھیوں کو حق تعالیٰ کی حفاظت میں دیا
دھیان رکھنا بعد میرے عابد دل گیر کا
قید اس بیمار کو ظالم کری گے میرے بعد
قبر ہوگا بار اٹھا ناطوق اور زنجیر کا
مڑ سکینہ کے اتاریں گے طمانچے مار کر
اور کوئی نموس نہ ہوگا دختر شبیر کا

ہائے ننھا سا گلارسی سے باندھیں گے شریب
 حال کیا اس وقت ہوگا بیکس و دلیگیر کا
 ننگے سرم سب کو بھی لے جائیں گے بازار شام
 ہوگا ایک انبوہ اس جا پر جوان دپیر کا
 گر کوئی پوچھے گا ان سے تم سبھوں کا حال زار
 تو کہیں گے ہے یہ کنبہ شاہ خیبر گیر کا
 صبر کرنا ہر مصیبت پہ تمہیں حق کی قسم
 مٹ نہیں سکتا مٹائے سے لکھا تقدیر کا
 دیر ہوتی ہے خدا حافظ سلام آخری
 اب بہت مشتاق ہوں میں شمر کی شمشیر کا

خوں کے آنسو اب تلم روتا ہے بس اے شکر بس
 پھر گیا آنکھوں میں نقشہ روضہ شپیر کا

نوح

برائے روز عاشورہ

روز عاشورہ پس قل امام المتقین
ایک قنات سوختہ کی آڑ میں سب بیبیاں
ایک طرف بچے پڑے تھے غش میں بھوکا پیاسے
جانور تک فوج کے جب پا چلے آب و طعام
زور بحر لیکے مشک آب اور کچھ روٹیاں
بیبیاں سمجھیں کہ آتے ہیں لعین پھر لوٹنے
رو کر دتے بھوکے پیاسے بچے سوئے ہیں ابھی
ہیں ہوں بی بی زور بحر لائی ہوں آب و طعام
ہیں گرسنہ اور پیاسے تین دن سے نو نہال
رکھ دیا یہ کہہ کے فرش خاک پر آب و طعام

مال و زر لوٹا بجلائے خیمہ ہائے شاہ دیں
خاک پر بیٹھی تھیں بچوں کو لیے بادل حبس
سیر اور سیر اب اس طرف ہونے لگی فوج لعین
تب غذا بھیجی پئے اطفال شاہنشاہ دیں
فوج اعدائے کئی جس وقت بچوں کے قریں
حضرت زینب بصد اندوہ فرمانے لگیں
لوٹ لینا صبح آکر قید ہیں ہم سب یہیں
بادب اس نے کہا یوں آ کے زینب کے قریں
دیکھئے پانی انھیں یا خواہر سلطان دیں
اور خود بھی سر جھبکا کے بیٹھی بالائے زینں

دیکھتے ہی روٹیوں کے ٹکڑے اور پانی کی مشک
ہو گیا آہ و بکا کا شور اے فکرِ مزیں

گیارہویں ماہ عزرا کو حکم ابن سعد سے
اپنے مقتولوں کے لاشے فوج والوں نے چنے
اور اکٹھا کر کے دفنایا انھیں پڑھ کر نماز
پر نبی زادوں کے لاشے دھوپ میں جلتے رہے
اپنے کشتیوں کو شقی دفنا کے جب فارغ ہوئے
لائے بے محل شتر اہل حرم کے واسطے
اور بغیر منفع و چادر کیا سب کو سوار
طوق پہنایا گلے میں عابد دلگیر کے
سید سجاد کے چہرے کا رنگ اڑتا ہوا
دیکھ کر زینب یہ بولیں عابد دلگیر سے
ہے یہ کیا حالت تمھاری دل کو سمجھاؤ اور
دارتوں میں اب تمھیں باقی ہو ہم سب کیلئے
جبر میں کیوں کر کروں عابد نے زینب سے کہا
اپنے مقتولوں کی لاشے دفن انھوں نے کر دیئے
پر مرے بابا کی عریاں لاش بے رن میں پڑی
دیکھو کن آنکھوں سے جلتی دھوپ میں تپتے ہوئے
بیبیوں میں حشر تھا اے فتنہ لاشے دیکھ کر
پر شقی قیدی بنا کر سوئے کوفہ لے گئے

سوم

سوم محرم

برائے سوم امام

جہاں میں آج ابن ساقی کوثر کا سوم ہے
 قتیلِ واقعِ سرورِ بحر و بر کا سوم ہے
 وہی جلتی زمیں پر لاشِ جسِ مظلوم کی عریاں
 اسی شاہِ دو عالم کشتہٴ خنجر کا سوم ہے
 جو سقائے سکینہ اور علمِ دارالشکر تھا
 اسی دلہندِ حیدرِ غازیِ صفدر کا سوم ہے
 قلمِ شانے ہوئے دریا پر جس کے روزِ عاشور
 کرو تا دمِ کد آج اس ثانیِ جعفر کا سوم ہے
 سناسِ سینہ پہ کھاکے جس نے اپنا جان دی نہیں
 اسی نو زنگاہِ شاہِ دینِ اکبر کا سوم ہے
 جوانیِ روئے گی جس پر قیامت تک زمانے میں
 اسی کڑیلِ جوانِ ہمشکلِ پیغمبر کا سوم ہے
 زہوِ پشتِ فرس پر کمسنی سے بیٹھ سکتا تھا
 زمانے میں اسی تختِ دل شہپر کا سوم ہے
 شجاعت اور غیرت جس کے سن پر فخر کرتی تھی
 اسی ناشادِ کمسنِ قاسمِ مضطر کا سوم ہے
 بڑھایا دودھ جس کا حرِ ملانے اپنے پیکاں سے
 عزیزوں آج اسی نادانِ علیِ اصغر کا سوم ہے
 ہوا تھا قتل جو جو نصرتِ شاہِ دو عالم میں
 اڑاؤ خاک آج ان غازیِ صفدر کا سوم ہے

تجھے اے قنبر جس کی قبر پر جانے کی حسرت ہے
 اسی مظلوم کشتہٴ لبِ شہبے سر کا سوم ہے

برائے دسواں ۲۰ محرم نوحہ

بین کرتی تھیں زینب یہ رو کر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر
 فاتحہ کس طرح دے یہ خواہر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر
 اب نہ اکبر ہیں نہ عون و جعفر، لٹ گیا کر بلا میں بھرا گھر
 کون لے اب خبر ہائے آکر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیوں کر
 فاتحہ دوں میں کس کس کا بھائی، لٹ گئی ہائے میری کسائی
 سو ہے میں زمیں پر بہشت، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر
 ہے سکیذہ کی وہ غیر حالت، دکھی جاتی نہیں اس کی صورت
 روتی ہے رات دن وہ برابر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیوں کر
 اب نہ عباس ہیں اور نہ قاسم، ہے مدد میری اس وقت لازم
 تم کو زونے زپائی یہ خواہر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر
 ہائے صفر کو بھی تیر مارا، اور اکبر بھی جنت سدھارا
 زخم دل پہ لگے ہیں بہتر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر
 ظالموں نے ستم کیسا ڈھایا، دشتِ غربت میں مجھ کو ستایا
 کوئی وارث رہا اب نہ مر پر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر
 دل لرزاتے تھے سینہ میں روشن، رنج سے کانپ جاتا تھا برتن
 جب یہ کہتی تھی سرور کی خواہر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر

نوح

۲۵ محرم حضرت امام زین العابدین

اٹھایکچیسویں ماہ عزاکو آہ وہ آقا !
 کر زین العابدین جس نے تھا دنیا میں لقب پایا
 تھی وہ پکا لوے ہجری ہوا تھا حشر یہ برپا
 ہشام بن ملک کے زہر سے مارے گئے آقا
 چہا یا صورت اثر در انگوٹھا کو کہ شیطاں نے
 مگر مصروف جب بھی طاعت حق میں رہے آقا
 کنوئیں میں گر پڑے باقر نہ فرق آیا عباد میں
 زباں سے اف نہ کی اعدا نے گو بجید تم ڈھایا

بنیں جن سے کہ مس ہو کر جو ابر آب کے قطرے
 ابھیں ہاتھوں میں تھکڑیاں پنہاں جینے اعدا
 کیا تھا سنگ اسود نصیب ہفت ہی نے کعب میں
 لعینوں نے مگر پھر بھی امام وقت کعب مانا

تھا شنبہ کا دن اے فکراور پنجم تھی شعباں کی
 وہ سنہ تیس ہجری تھا ہوئے تھے آپ جب پیدا

برائے بیسواں ۳۰ محرم نوح

مہمان جسے مکر سے اعدا نے بلایا ہے بیسواں اس کا
 پیاسا جسے عاشق کے دن دشت میں مارا ہے بیسواں اس کا
 اور تین دن افسوس رہی دھوپ میں میت بے دفن زمیں پر
 سر جس کا تھانیزے پر عینوں نے چڑھایا ہے بیسواں اس کا
 تھانائی جعفر جو علقہ احسینی دریا کے کنارے
 شانے کئے جسکے سوئے فردوس سدھارا ہے بیسواں اس کا
 جو مشک سکیڑنے کی لئے نہر گیا تھا افسوس کی جا ہے
 اعدا نے جسے گرز گراں بارنگا یا ہے بیسواں اس کا
 تھا چشم حسین ابن علی کی جو بصارت اور قلب کی قوت
 کھا کر جو سنال سینہ پر فردوس سدھارا ہے بیسواں اس کا
 تھا صورت و سیرت میں جو ہمشکل پیہر نختِ دل سرور
 خود جس کو جوانی پہ صدا نادر ہے گاہے بیسواں اس کا
 کمسن بولڑا فوج سے ابن شہ خیر نختِ دل شیر
 پامال ہوا پھول ساتن دشت میں جس کا ہے بیسواں اس کا
 میدان میں شہ پانی پلانے جسے لائے دامن سے چھپائے
 عاشور کے دن تیر سے وہ نہر ہوا تھا ہے بیسواں اس کا
 رہ جائے گی اے منکر تیرے دل میں یہ حسرت ہوگی نہ زیارت
 تو ہند سے روضہ پر نہ جس شاہ کے پہونچا ہے بیسواں اس کا

نوح

بروفات حضرت سکینہؑ

ماں چھوٹی سی میت پہ یہ روز رو کے پکاری اے شہ کی یتیم
 پردیس میں کیا تم بھی خفا ہو گئیں واری اے شہ کی یتیم
 مہر آگیا لپٹا کے سر شاہِ زمن کو کیا اس لیے چپ ہو
 تھی باپ کی فرقت میں سدا گریہ و زاری اے شہ کی یتیم
 ہیں زخم جو کانوں میں دکھا دو وہ پدر کو رخسار دکھا دو !
 اور پیٹھ کے دروں کے نشاں ماں گئی واری اے شہ کی یتیم
 روتی تھیں شب و روز پدر کے لیے اے جاں مادر گئی قرباں
 کیا پاتے ہی سر خلد گئی تیری سواری اے شہ کی یتیم
 سینہ پہ سدا باپ کے تو سوئی تھی شب کو غم کون نہ ہو سب کو
 بے ہوش ہے اب خاک پہ مادر تیرے واری اے شہ کی یتیم
 کس بات پر روٹھی ہو ذرا آنکھ تو کھولو کچھ منہ سے تو بولو
 ہمدرد گئی ماں چاند سی صورت پہ تمھاری اے شہ کی یتیم
 کھلا گیا کس واسطے یہ پھول سا چہرہ کیا حال ہے تیرا
 کیا تو بھی سوئے باغِ جن آج سداھاری اے شہ کی یتیم
 زندانِ بلا میں ہے قیامت کا اندھیرا ماں کیا کرے دکھیا
 غربت میں ہے بے گور و کفن لاش تمھاری اے شہ کی یتیم
 اے شہر تھا زنداں میں بپا شور قیامت تھمتی نہ تھی رقت
 سب اہل حرم کہتے تھے با گریہ و زاری اے شہ کی یتیم

برائے مہینہ (۱۰ صفر) نو

بولیں زنداں میں زینب یہ رو کر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 ہم سبھوں کی خبر لو برادر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 پاس اپنے بلا لیجئے بھائی اٹھ نہیں سکتی مجھ سے جدائی
 صبر تک کرے گی یہ خواہر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 اہل قرینہ نے میت اٹھائی دشتِ غربت میں تربت بسائی
 ہم تو اب تک ہیں لاچار و مضطر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 دھوپ دن بھر کی اور اس شب کی غیر حالت، زنداں میں سبکی
 پہونچیں کیونکہ تمہاری تلخ پر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 اب جفاؤں کی بھی حد ہوئی ہے ضبط کرنے کی قوت نہیں ہے
 رونے بھی پائی اب تک نہ تم پر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 دیکھو سجاد کو آگے بھیا آہنی طوق گردن میں ڈالا
 جاں بہ لب ہے وہ بیمار و لاغر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 بے سکینہ کی بھی غیر حالت، دکھی جاتی نہیں اس کی صورت
 کر طعنتی ہے آپ کی پیاری دختر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 شمر نے بے خطا درے مارے اور کانوں سے گوہر اتارے
 بیچھی روتی ہے اب تک ہلک کر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 جن سے پھر جائے سارا زمانہ فکر ان کا کہاں پر ٹھکانا
 کیوں نہ ہوں ظلم ان سیکسوں پر، قید میں ہو گیا اک مہینہ

نوحہ

۲۰ صفر برائے چہلم

جہاں میں آج ابن ساقی کوثر کا چہلم ہے
 رہی جلتی زمیں پر لاش جس مظلوم کی عریاں
 جو سقائے سکینہ اور عظیمہ دارِ لشکر تھا
 قلم شانے ہوئے دریا پر جس کے روزِ عاشور
 سناں سینہ پر کھاکے جس اپنی جان دی نہیں
 جوانی روئے گی جس پر قیامت تک زمانے میں
 نہ جو پشتِ فرس پر کمسنی سے بٹھیر سکتا تھا
 شجاعت اور غیرت جس کے سن پر فخر کرتی تھی
 بڑھایا دودھ جس کا حرملانے اپنے پیکار سے
 ہوا تھا قتل جو بخیر نصرتِ شاہِ دو عالم میں

قتیلِ راہِ حق سرِ دارِ کبر و بر کا چہلم ہے
 اُسی شاہِ دو عالم کشتہ خنجر کا چہلم ہے
 اسی دلہندہ حیدرِ غازی و صفدر کا چہلم ہے
 کرو نام کہ آج اس ثانیِ جعفر کا چہلم ہے
 اسی نورِ نگاہِ شاہِ دین اکبر کا چہلم ہے
 اسی کڑیل جوانِ ہمشکل پیغمبر کا چہلم ہے
 زمانے میں اسی تختِ دل شہر کا چہلم ہے
 اسی ناشادِ کمسن قاسمِ مضطر کا چہلم ہے
 عزیزوں آج اس ناداںِ علیِ صغیر کا چہلم ہے
 اڑاؤ خاک آج ان غازی و صفدر کا چہلم ہے

بچے اے فکر جس کی قبر پر جانے کی حسرت ہے
 اسی مظلوم و کشتہ لب شد بے سر کا چہلم ہے

حضرت امام حسنؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ ۲۸ صفر

صفر کی بستی و ہشتم کو اٹھے دنیا سے پیغمبر
اسی تاریخ نانا کے قریں جنت گئے شبِبر
ہوئی ہجرت زمانے سے نبی کی گیارہ ہجری میں
سنہ پنجاہ میں مار احسن کو ستم دے کر
نہ کیونکر دونوں آنکھوں سے بہیں نسو کہ وہ غم ہیں
جگر کا زخم ہے اک دوسرا داغ دل مضطر
جناب سیدہ رونا نے نہ پائیں باپ کے غم میں
ہوئے کیا کیا ستم بعد رسول اللہ عشرت پر
جلانے آئے بابِ عسلم پیغمبر کا دروازہ
یہ کیسا ظلم تھا دنیا میں کیوں اے چرخ کینہ ور
رگرایا فاطمہ زہرا پہ دروازہ لعینوں نے
رسن میں حیف ہے باندھا گلوئے حیدر صفر
جنازہ جب حسن کا نزد قبر مصطفیٰ پہونچا
تو بارش چار جانب سے ہوئی تیر فکی لاشے پر
نہ پائی قبر اس بکس نے نانا کے قریں ہے ہے
چڑھاتے تھے سدا کا ندھے جس کو اپنے پیغمبر
زیارت بھی نہیں ممکن ہے اسے گر اس زمانہ میں
مثایا نجد یوں نے یوں نشانِ روضہ اطہر

امام حسن عسکریؑ
۸ ربیع الاول

نوحہ

دیا زہر ابن علی النقی کو
جناب امام حسن عسکریؑ کو
رکھا قید میں معتد نے ہمیشہ
نہ سید پہ آیا ترس اس شقی کو
دردوں کو جس گھر میں پالا گیا تھا
بلا کر وہاں بھیجا ابن علی کو
نماز آپ نے اس جگہ جب ادا کی
کے بعد ان موزیوں نے ولی کو
نکل آئے پڑھ کے نماز آپ یسکن
نہ مانا امام زمن متقی کو
روایت میں تحریر ہے معتد نے
دیا شربتِ سم وصی نبی کو
جسے پیتے ہی زہر پھیلا جسد میں
رہا تین دن کرب ابن علی کو
تھی وہ ماہِ سوم کی تاریخِ ہشتم
پھپھیا تہہ خاک حق کے ولی کو
تھا سنہ دوسوا در ساٹھ ہجری وہ نے فکر
دیا سب نے پر سا علی اور نبی کو

نوح

برائے سرجمادی الثانی

۱۱۱۱ھ

(جناب سیدہ فاطمہ زہرا ۱۴)

اٹھی ہے آج وہ اے مومنو دنیا سے معصومہ
 پدر کے غم میں اعدا نے جسے رونے سے بھی روکا
 کیے ایسے جناب سیدہ پر ظلم دنیا میں
 رہیں بعد نبی پچا نوے دن دہر میں زہرا
 سمجھ کر بے کس و بے بس نبی کے بعد اعدا نے
 کیا باغ فدک بھی غضب توڑا گھر کا دروازہ
 نہ بے اذن آیا جس گھر میں ملک، درائے وال ناری
 کیے تھے یوں وصایا فاطمہ زہرا نے حیدر سے
 تم اپنے ہاتھ سے غسل و کفن یا بواحسن دینا
 نہ پڑجائے نظر نامحرموں کی میری میت پر
 خطا خدمت گزاری میں ہوئی ہوگر کوئی مجھ سے
 بڑی محنت سے چلی پیس کر پالا ہے بچوں کو
 اگر کوئی خطا ہو یا امیر المومنین ان سے
 سزا دینے سے بے ماں کا سمجھ کر درگزر کرنا

دن اور تاریخ و سال لئے فکر یوں حلت کا لکھا ہے

دو شنبہ تیسری ماہ ششم سنہ گیارہ ہجری تھا

نوحہ

(حضرت امام علی نقیؑ)

سہ رجب

شہید زہر دل و جان فاطمہ زہرا
 دہم امام علی نقی شہ والا
 شہید امام محمد تقی ہوئے تھے جب
 تو چھ برس کے مدینہ میں تھے امام ہوا
 کیا طلب متوکل نے بھیج کر نائے
 گئے عراق تو پھر شاہ دیں کو قید کیا
 رہے حراست شاہی میں بارہ سال مگر
 رہی اطاعت و تبلیغ حق کی فکر نہ
 تھا بحر علم کا فیض از عراق تا بہ عجم
 ہر ایک سمت سے آتے تھے علم کے جو یا
 خلاف گزری جو حضرت کی شہرت علمی
 تو شاہ وقت کو عباسیوں نے بھڑکایا
 جب آگیا متوکل کو موت کا پیغام
 تو سلطنت میں بہت سخت انقلاب ہوا
 نہ آیا تخت خلافت پہ معتزل ملعون
 تو زہر اس نے امام زین کو دلوایا
 تھا سال ہجری ۱۰۰ دو سو پچاس و چار لے فکرم
 دو شنبہ تیسری ماہ رجب کو حشر ہوا

۱۵ رجب

حضرت امام جعفر صادقؑ

نوح

کرد اس امام ششم پر بکا جو پندرہویں ماہ رجب کو اٹھا
 کرد اس امام ششم پر بکا جو شوال کی پندرہ کو اٹھا
 خلافت جو ہی پائی منصور نے تو چن چن کے سادات کاخوں کیا
 درختوں پہ لٹکائے سر سیکڑوں ہزاروں کو دیواروں میں چن دیا
 بلایا کسی بار انھیں بھی مگر تھا اعجاز ظالم نہ کچھ کر سکا
 ہوا قتل سادات سے جب فراغ تو آمادہ پھر قتل شہ پر ہوا
 بن زید کو دے کے کچھ مال و زر مکاں پہلے ناری سے جلو دیا
 مدینہ کے حاکم کو پھر بھیجا حکم نہ زندہ رہیں صادق با صفا
 محمد سلیمان کے فرزند نے انھیں زہر انگور میں دے دیا

لکھو فکر منقوط میں سال فوت

ہوئے جعفر ابن محمد جدا

امام موسیٰ کاظمؑ

نوح

وہی صادق آل نبی کو زہر سے مارا
مگر شکوہ بحرِ ذکرِ خدا البتہ نہیں آیا
فراغت پاتے ہی کرتا تھا پھر معبود کا سجدہ
کہ خواہش تھی دیا تو نے مجھے طاعت کو گھر تنہا
طیب خاص کو ہار دنِ رشیدِ خمس نے بھیجا
دوا میں ابنِ فرزندِ نبی کو زہر دے دینا
دوا پیتے ہی حالِ ابتر ہوا مظلوم و بکیس کا
امام ہفتی کو بے حیا نے زہر سے مارا
امام موسیٰ کاظم ہوئے تھے فکرِ جب پیدا

امام ہفتی موسیٰ کاظمؑ دلِ بے زہرا
مقید سترہ سال آپ زنداں میں ہے پیہم
نمازیں پڑھتا تھا وقتِ فضیلتِ روزہ دارِ فہم
سنایوں شہ کو کہتے بارہا دربانِ زنداں نے
تھے اک دن بتلائے دردِ مولایِ خبر سن کر
یہ فہمائش حکیمِ روسیہ سے کی تھی تا کیداً
پلائی حسبِ فرمائشِ طبیبِ خاص نے شہ کو
رجب کی بسنتِ دینچیم جمعہ سنہ اک سو ترسی میں
صفر کی سترہ یکشنبہ تھا سنہ اک سو اٹھائیس

نوح

امیر المومنین برائے ۱۹ رمضان

چلے ہیں جانب مسجد علی سنسار روتا ہے
 گریبان سحر بھی مومنو اب چاک ہوتا ہے
 ستارہ صبح کا ہے چھڑتا دل کے پھپھو لوں کو
 ہراک جھونکا نسیمِ سرد کا نشتر چمھوتا ہے
 امامِ اولیں کی آخری شب ہے عبادت کی
 چراغِ زندگی کچھ دیر میں خاموش ہوتا ہے
 پلشتی ہیں ادھر مرغابیاں قدموں سے حضرت کے
 ادھر ہر حلقہ زنجیر در میں شور ہوتا ہے
 بتائے مسجد کوفہ تہہ محراب پچھلے سے
 چھپائے تیغِ سم آلود یہ کون آرج ستوتا ہے
 علی ابن ابی طالب کا غم وہ غم ہے عالم میں
 کہ جو سنتا ہے وہ درو کے اپنی جان کھوتا ہے
 شبِ بخت و یکم رمضان سنہ چالیس ہجری سے
 فلک بھی روزِ پردہ میں شفق کے خون روتا ہے
 بلا لہو جلد آقا فکر کو بھی اپنے روضہ پر
 کہ اب ذکرِ نجف سے وہ بہت بیات ہوتا ہے

(شب شہادت امیر المومنین علیہ السلام)

اے مومنو ہے بیسویں ماہ رمضان کی واحسرت و دردا
بتلائی ہے بڑھتی ہوئی احسرت پہ مکاں کی واحسرت و دردا
اب نور نہ دیکھے گا کوئی شیر خدا کا، غل ہوگا بکا کا
روقی ہے فقط ایک ہی شب ہرم جہاں کی واحسرت و دردا
جب زخم سر شاہ کو جراح نے دیکھا سر پیٹ کے بولا
امید نہیں صحت سردار جہاں کی واحسرت و دردا
ہر کوچہ و بازار میں ہے شور قیامت کیسی ہے مصیبت
بدلی ہوئی حالت ہے ہر اک پیر و خواں کی واحسرت و دردا
حسین بھی بیتاب ہیں زینب بھی ہیں مضطر ہم روئیں نہ کیوں کر
رخصت ہے کوئی آن میں شاہ دو جہاں کی واحسرت و دردا
بن باپ کے بچوں کی بہت غیر ہے حالت تھمتی نہیں رقت
اب کون خبر لے گا یتیمان جہاں کی واحسرت و دردا
دیکھا ہے لہو جب سے سر شاہ ہدا کا اندھیر ہے دنیا
یتاب ہیں موجیں بھی ہر اک بحر رواں کی واحسرت و دردا
اس غم سے سرمو ج صبا جن بھی ہیں گریاں ہے حشر کا سماں
آواز ہواؤں سے بھی آتی ہے فغاں کی واحسرت و دردا
اب کر یہ دعا حق سے میسر ہو زیارت بر آئے یہ حسرت
آگے نہیں ائے فتنہ گریں اب تاب بیاں کی واحسرت و دردا

شہادت امیر المومنینؑ
۲۱ رمضان

نوح

وصی مصطفیٰ کا مومنو تابوت جاتا ہے
ہراک پیر و جواں اس غم میں سر برفاک اڑاتا ہے
یتیمان علی روتے جو ہیں سر پیٹ کے پیہم
تو ہر آنسو کا قطرہ عرش کو جنبش میں لاتا ہے
چلے میں لے کے تابوت پدر شبیر اور شبیر
جناب زینب و کلثوم کو عرش پر غش آتا ہے
ہے اک شور قیامت کوچہ و بازار میں برپا
بخف کی سمت کوفہ سے جنازہ شہ کا جاتا ہے
ادھر حسین تابوت پدر پر صرف گر یہ ہیں
تلاطم ہے ادھر وجہ کا پانی جوش کھاتا ہے
ہواؤں پر اثر ہے یہ غم فخر سلیمان کا
کہ ہراک جھونکا بگولہ بن کے خاک دشت اڑاتا ہے
میں خانہ معبود اٹھا آج دنیا سے
یسنائا ہیں کوفہ کی مسجد کا بتاتا ہے
ہے اک سکتہ کا عالم آج تک ایک ایک ذرے پر
در و دیوار کوفہ سے غم شہ اڑاتا ہے
بخف جانے کی ہے اے فکر حسرت تو بہت لیکن
زیارت ہو میسر دیکھئے وہ دل کب آتا ہے

نوحہ

امام علی رضاؑ

برائے ۲۳ ذیقعدہ

مسموم ہوئے لخت دل ساقی کو شر و احسرت و دردا
 موسیٰ رضا مومنوں کے آٹھویں رہبر و احسرت و دردا
 ماموں نے پہلے تو مدینہ سے بلایا نانا سے چھڑایا
 پھر زہر دیا اپنا ولیعہد بنا کر و احسرت و دردا
 ٹکھاپے کر ایک روز قریب اپنے بلا کر عورت سے بٹھا کر
 انگور بہا کر دیئے زہر ملا کر و احسرت و دردا
 گو علم تھا پر مرضی حق سے رہے مجبور اور رکھالیے انگور
 کھاتے ہی جسے شاہ کی حالت ہوئی ابتداء احسرت و دردا
 پھیل اتر اٹرنے لگا رنگ رخ پر نور اور رکھ دیئے انگور
 پھر آب انار آہ دیا زہر ملا کر و احسرت و دردا
 اٹھ کر چلے فوراً ہی تو ماموں نے پوچھا ہے قصد کہاں کا
 فرمایا ویاں جاتا ہوں بھیجا ہے جہاں پر و احسرت و دردا
 یہ کہتے ہی واپس ہوئے بیت الشرف آقا فسوس کی ہے جا
 دنیا سے اسی شب کو سدھارے سوئے کوثر و احسرت و دردا
 تئیسویں ذیقعدہ جمعرات کے دن آہ محشر ہوا بر پا
 سنہ دوسرے ہجری میں ماتم ہوا گھر گھر و احسرت و دردا
 گوڈیڑھ برس بعد میں اے فکر رہے ہم، لیکن یہ رہا غم
 مشہد کی زیارت نہ ہوئی پھر بھی میسر و احسرت و دردا

برائے امام محمد تقی علیہ السلام

۲۹ ذیقعدہ

جوانی روئے گی جن پر سدا وہ کشتہٴ غم
نویں امام محمد تقی شہ عالم
جد اپدر سے ہوئے پانچ سال کے سن میں
گئے امام رضاؑ کے غریب سوئے عجم
رہے مدینہ میں چھ سال باپ سے چھٹ کر
کہ معصم نے بلایا عراق میں بہ ستم
رکھا بہ عزت و توقیر پہلے پاس اپنے
دلایا کھانے میں پھر شاہ دیں کو زہر ستم
ہے دوسری یہ روایت تھا زہر شربت میں
کہ جس سے راہی جنت ہوئے امام نہم
فقہی زوضہ آپ کی ماموں رشید کی دختر
اس ام فضل کے ہاتھوں ہوا یہ ظلم و ستم
غرض کہ قاتل حضرت ہے معصم باللہ
دیا ہو کھانے میں یا شربتِ انار میں سم
سنبہ، اور تھی انتیس ماہ ذی قعدہ
سدھارے دوسرے بستم میں شاہ کو ارم
ہوئی ہے زندگی دشوار ہند میں اب تو
بلا نو فکر کو روضہ پہ یا شہ عالم

نوحہ

حضرت امام محمد باقر
مرذی الحجۃ

شہادت پاکے زہر دغا سے پانچویں رہبر
امام انس و جن حضرت محمد باقر اطہر
ہشام ابن ملک جب آپ سے کچھ بحث کرتا تھا
شکست اس کو برابر دیتا تھا وہ ابن بیغمبر
کدورت کے سبب بہر طلب اک روز ظالم نے
کیا گھوڑا روانہ زمین سم آلود کسوا کر
سنا جس دم سواری آئی ہے دربار شاہی سے
حرم سے مل کے نکلے اور بیٹھے پشت مرکب پر
اثر پھیلا جسد میں زہر کا مرکب پہ جب بیٹھے
ہوا مائل بہ سبزی چند ساعت میں تن الود
دوشنبہ سات ذی الحجہ سنہ اک سو سولہ ہجری تھے
اٹھا دنیا سے جب نور نگاہ عابد مضطر

سہ شنبہ پندرہ ماہ رجب تھی سال ستاون
ہوا تھا فکر جب پیدا وہ ابن ساقی کوثر

اذرہ مکر آئے بیعت کو ہزاروں مشرکیں
نامہ اک بہر طلب بھیجا سوئے سلطان دیں
اور برائے قتل مسلم آنگئی فوج لعیں
اب کہیں ڈھونڈے سے بھی جائے اماں مٹی نہیں
تب کہا پانی پلا دے بہر ختم المرسلین
آپ سے نام و نشان پوچھا با و از حرمیں
سنئے ہی نام اپنے گھر میں لے گئی وہ پاک دیں
حاکم کوفہ سے کہہ کر بھیج دی فوج لعیں
اور پیچی تیغ بہر قتل فوج مشرکیں
کر کے خنس پوش اک گرٹھے کو ہٹ گئے پیچھے لعیں
حملہ دریزوں سے بلکیں پر ہوئے اعدائے دیں
کھینچتے پھرتے تھے بازاروں میں کوفہ کے لعیں

داخل کوفہ ہوا جب نائب سلطان دیں
لے لی بیعت کو فیوں سے حضرت مسلم نے جب
بعد اس کے ہو گئے سب اہل کوفہ منحرف
عالم تنہائی شدت پیاس کی جائیں کہاں
اتفاق راہ میں جب خانہ طوع ملا
جام پانی کا پلا کے مومنہ نے با ادب
بعد اصرار اس سے حالت بلکیں کی جب کہی
رات بھر مہاں رہے لڑکے نے اسکے صبح کو
گھر سے نکلے سنتے ہی گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدا
ہو گئے جب آپ سے مغلوب وہ مکار سب
لڑتے لڑتے حضرت مسلم گرے اس غار میں
بعد قتل اک رسیاں سے پائے میت باندھ کر

کر دعا مے شکر خالق سے کہ مر جانے کے بعد
قبر کو مل جائے نزد روضہ مسلم زمیں

نوح

عترتِ آلِ نبی یاں بے ردا محفل میں ہے
 مضطرب دالِ روحِ زہرا قبر کی منزل میں ہے
 جس کو کا ندھے پر چڑھاتے تھے پیمبر اے یزید
 سرا سہی کا تخت کے نیچے تیری محفل میں ہے
 ہیں ہزاروں زخم خود مر جائے گا ابنِ رسول
 ذبح کا اے شمر اب کیوں قصد تیرے دلیں ہے
 ہے یزیدِ روسیہ تو تخت پر با عز و شاں
 اور امامِ وقت مجرم کی طرح محفل میں ہے
 موجیں ماتم کر رہی ہیں سر پٹکتے ہیں جناب
 خون جو عباسِ جری کا دامنِ ساحل میں ہے
 شام کا زنداں نہ روشن کر سکی جو چاندنی
 داغ اس سے آج تک قلبِ مکمل میں ہے
 کشتیِ عمر حسین ابنِ علی ہوتی ہے غرق
 اک تلاطم آج آبِ خجرت اٹل میں ہے
 اک جفا سے کیوں نہ ہوں دو خون کے دریا رواں
 خلقِ اصغر میں جو ناک ہے وہ شہ کے دل میں ہے
 اپنے روضہ پر حسین اے نہ کر خود بلوائیں گے
 کر بلا جانے کی حسرت گر تمھارے دل میں ہے

نوح

پیاس اطفال شدہ دیں کی بجھانے کے لیے
 جاتے ہیں عباس غازی پانی لانے کے لیے
 بولے شدہ دل تمام کر مقتل کو جب اکبر چلے
 دوں رضا کس طرح بر چھی دل پہ کھانے کے لیے
 لاش اکبر آئی خیمہ میں تو مادر نے کہا
 کیا گئے تھے گھر سے مقتل خلد جانے کے لیے
 نیند اجل کی آگئی تم کو میرے کر ٹیل جواں
 اور ہم مشتاق تھے دو لہا بنانے کے لیے
 کیسی غفلت ہے بس اب سوچکے بیٹا اکھو
 ماں سر بانے آئی ہے تم کو جگانے کے لیے
 میتِ اصغر یہ مادر نے کہا سر پیٹ کر
 رن میں کیا بیٹا گئے تھے تیر کھانے کے لیے
 گھٹیوں چلنے نہ پائے تھے کہ موت آئی تمہیں
 ماں اکیلی رہ گئی صدمے اٹھانے کے لیے
 یاں گری بالی سکینہ رن میں لاش شاہ پر
 داں چلا شمر لعین دڑے چلانے کے لیے
 یا حسین اب فکر کو کرب و بلا بلوائے
 دل بہت بیتاب ہے روضہ پہ جانے کے لیے

نوح

اُدھر تو فتح کی فوجِ عدو میں شادمانی ہے
 اُدھر انصارِ شہ پر تین دن سے بند پانی ہے
 اُدھر تو آتشِ غیظ و غضب سے سرخ ہیں ناری
 اُدھر رنگِ رخِ شہِ خورشیدِ ارغوانی ہے
 علی اکبر کی صورت دیکھ کر ہر ایک کہتا ہے
 پسرِ در کا یہ احمد کی تصویرِ جوانی ہے
 مگر بھی خم ہے دل بھی ہے شکستہ شہ کا صدموں سے
 اور اس پر قہرِ بیٹے کی میت بھی اٹھانی ہے
 گلے میں طوق، بیڑی پاؤں میں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں
 گرے پڑتے ہیں عابدِ راہ میں یہ ناتوانی ہے
 چلا مرنے جواں بیٹا تو سرور نے کہا رو کر
 الہی خیر کرنا یہ پیہر کی نشانی ہے
 اُدھر تو فوج کو فہ نہر سے سیراب ہوتی ہے
 اُدھر سبطِ نبی پر تین دن سے بند پانی ہے
 تڑپتی ہیں مثالِ برقِ پیاسوں کے لیے موجیں
 تلاطم میں اسی سے القہہ کا آج پانی ہے
 تمنا کر بلا جانے کی رہتی ہے سدا دل کو
 اگر ہے تو یہی اک فکر کو رنج نہانی ہے

نوحہ

پامال کر کے لاشہ اظہر حسین کا
 نیزہ پر اشقیانے رکھا سر حسین کا
 لٹکا یا گہہ درخت میں گہہ باب شام میں
 رکھا گیا تنور میں گہہ سر حسین کا
 جب حرملانے تیر لگا یا ہے حلق پر
 منہ تک رہا تھا یا اس سے اصغر حسین کا
 بے چین تھا جو رات سے پانی کے واسطے
 غلطاں ہے اب لہو میں وہ گوہر حسین کا
 زینب پکاریں دیکھتا ہے ابن سعد تو
 اور کاٹتا ہے شمر لعین سر حسین کا
 بے آب ہوتا خنجر قاتل نہ کس طرح
 سوکھا گلا تھا بیکس و مضطر حسین کا
 تیغیں اسی کی شرم سے اب تک ہیں آب
 سوکھا گلا جو تھا تہہ خنجر حسین کا
 ہر اک نے لاش اپنے عزیزوں کی مانگ لی
 پامال ہو گیا تن بے سر حسین کا
 یارب برائے پنجتن پاک و شکر کو
 دکھلا دے جلد روضہ انور حسین کا

نوح

جب وطن سے کر بلا میں شاہ والا آگئے تشنہ لب بجے بھی کوثر کا کنارہ پاگئے
جسم نورانی تپش سے دھوپ کی سانولا گئے باغ زہرا کے شجر سب دھوپ میں کھلا گئے

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

نیزہ قاتلِ دلِ مدِ پاش اکبر دیکھے لاشِ قاسم اور سمِ اسپاں مقدر دیکھے
دشت میں بے جاں پڑے ہیں عون و جعفر دیکھے تیرہ شعبہ برائے خلقِ اصغر دیکھے

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

دخترِ مہر در نے قیدِ شام میں رحلت جو کی روئے یوں اہلِ حرم دیوارِ زنداں بل گئی
حضرت عابد چلے تابوت اٹھا کر جس گھڑی بیکیسی میت کے آگے کہتی جاتی تھی یہی

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

کربلا میں جس گھڑی صغرا کا آیا نامہ بر نامہ شاہ دیں بے جاں پڑے تھے خاک پر
دیکھ کر یہ واقعہ پلٹا جو وہ خستہ جگر جا کے صغرا سے مدینہ میں کہا سر پیٹ کر

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مر جھا گئے

قیدِ زنداں سے ہوئے آزاد جب زین العبا اور چھٹی بندر سن سے دخترِ مشکل کشا
کربلا میں دفن جا کر سب شہیدوں کو کیا دشتِ غربت سے برابر آ رہی تھی یہ صدا

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مر جھا گئے

دفن لاشے کر چکے جس وقت زین العابدین سا کھڑا نڈوں کو لیے پہونچے مدینہ کے قریں
مطلع کر لے گیا جس دم بشیرِ دل حزیں کہتے تھے آواز سن کر یوں مدینہ کے مکیں

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مر جھا گئے

کیا لکھوں اے مکرِ دشتِ کربلا کے واقعات ختم ہو سکتا نہیں غم کا فسانہ تا حیات
بھوکے پیاسے اٹھ گئے جس روز سے وہ خوش نصفا آج تک آواز دیتے ہیں لبِ شطِ فرات

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مر جھا گئے

نوح

خون سے ترکب ایک تنہا شدہ کی پیشانی ہوئی
پہنچتن کی آج گویا رن میں متربانی ہوئی

دوپہر میں سب عزیز و اقربا مارے گئے
یوں حسین ابن علی کی خانہ ویرانی ہوئی

جب گیا دنیا سے سوئے خلد جہان حسین
خوب حوران جناں میں حرکی مہانی ہوئی

ہو چکا تاراج جب دنیا میں بارغ مصطفیٰ
تب یزید روسید کو بھی پشیمانی ہوئی

ظلم سے شمر بدایماں کے رہ کو فہ میں آہ
عابد مضطر کی زخمی پشت نورانی ہوئی

روز پردے میں شفق کے چرخ روتا ہے لہو
کربلا میں جب سے ششما ہے کی قربانی ہوئی

اکبر و عباس دقاسم بھی ہوئے رن میں شہید
اور زنجیں خون سے شہ کی بھی پیشانی ہوئی

اشقیاء کے اسپ تک پیتے رہے دریائے آب
اور برائے شاہ بحر و برنگہبانی ہوئی

جس کے دروازہ پہ رہتا تھا ملائک کا، ہجوم
ہائے کیا بعد نبی اس گھر کی دیرانی ہوئی

پہنچتن کا خاتمہ شمر لیں نے کر دیا
عصر کو سجدہ میں خم جب شہ کی پیشانی ہوئی

جب کنارے نہر کے شانے کٹے عباس کے
ہاتھ موجوں نے ملے، دریا میں طغیانی ہوئی

آفتاب آیا گہن میں ہو گئی دنیا سیاہ
گل حیات شاہ کی جب شمع نورانی ہوئی

مضطرب اے فکرم کیوں ہو جاؤ گے کرب و بلا
ہے اگر قسمت میں اور تائیدِ ربانی ہوئی

نور

طشت پرخوں میں نظر جب شاہ کا سر آگیا
 سب پکارے لوشفق میں مہر انور آگیا
 شمر سے پانی طلب کرتے ہی کرتے وقت مھر
 بڑھ کے پیاسے کے گلے تک آبِ خنجر آگیا
 بحرِ خوں میں غرق ہو کے لائے عاشورہ کے دن
 تشنہ کاموں کا سفینہ نزد کوثر آگیا
 لے چلے سرِ خنکے جب اہلِ حرم کو اشقیا
 بنکے چادرِ خود غبارِ دشت سر پر آگیا
 ضعف بولا عابد بیمار کو لو غش سے آنکھ
 بیڑیاں لے کر قرین جس دم ستمگر آگیا
 شہ نے دیکھا یاس کی نظروں سے سوئے آسمان
 حلق کے نزدیک جب قاتل کا خنجر آگیا
 دیکھنے والے یہ سمجھے ہے شفق میں آفتاب
 خونِ فرقِ شاہ جب چہرہ پہ بہہ کر آگیا
 دردِ پسے کے کھیمچ میں اٹھا ایک دفعۃً
 جب کبھی لبِ پرکسی کے نام اکبر آگیا
 زندگی جو فکر کی شوقِ زیارت میں کٹی
 جاں کنی کے وقت خود بولائے قبر آگیا

نوح

عروش کی تنویر اے مظلوم امام	صبر کی تصویر اے مظلوم امام
صاحب توقیر اے مظلوم امام	ناخداے گشتی دین رسول
کشتہ شمشیر اے مظلوم امام	تشنہ لب بے یا در بے آشنا
اے مرے شیر اے مظلوم امام	اے مرے آقا میرے بکیں حسین
ڈال دیا زنجیر اے مظلوم امام	آپ کے بعد آپ کے فرزند کے
چادرِ نظیر اے مظلوم امام	ادر سروں سے بکیوں کے چھین لی
کرتے ہیں تشہیر اے مظلوم امام	کو فہ کے بازار میں اعدائے دیں
آپ کی ہمشیر اے مظلوم امام	پے رسن میں ظلم کے جگر ڈی ہوئی

روضہ پر اب ہند سے بلوائے
فنگر ہے دلگیر اے مظلوم امام

نوح

شہیدِ زہر سے ہونا تھا حسن کے لیے
بنا تھا شمر کا خنجر شہِ زہن کے لیے

بے طوق آہنی سجادِ خستہ تن کے لیے
اور اہل بیت کے بازوِ ظلمت کے لیے

لباسِ خلد جسے عید میں دیا حق نے
ہزار حیف وہ محتاج ہے کفن کے لیے

جوان ہونے نہ پائے کہ دن میں قتل ہوئے
تھی کمسنی کی شہادت بن حسن کے لیے

تھے کربلا میں صد افسوس روزِ عاشورہ
زمانے بھر کے مصائبِ شہِ زہن کے لیے

یزید کے لیے تو تخت و تاج کیوں اے چرخ
سہر حسین ہے دربار میں لگن کے لیے

جہاں میں شیعوں کا جب تک گروہ باقی ہے
علم رہے گا علمدارِ صف شکن کے لیے

رسولِ پاک جسے چومتے تھے رہ رہ کر
چھڑی یزید کی بے اس لب و دہن کے لیے

فراق پنجتنِ پاک میں سدا روئیں
ہوئی تھی خلقت غم شاہ کی بہن کے لیے

جنھوں نے خلق میں پردے کی رسم جاری کی
وہ اہل بیت ہیں ظالم کی انجمن کے لیے

ہے فکر ہند میں بیتاب یا امام رضا
بلا لور و ضلّہ اقدس پہ پنجتن کے لیے

قصیدہ در مرحامہ محمد باقرؑ

کروں میں اس امام پاک کی حمد و ثنا کیوں کر
 شرف ہے خاندانی جس کا ہر معصوم سے بہتر
 لقب پایا تھا زین العابدین کا باپ نے جس کے
 تھے جس کی ماں بھی بنتِ مرتضیٰ فرزندِ پیغمبرؐ
 اگر نانا کو بٹھلاتے تھے کاندھے پر رسول اللہ
 تو دادا کے لیے ناقہ بنے مسجد میں پیغمبرؐ
 علی کے بعد پھر نانا امامت پر ہوئے فائز
 توجہ کی نسل میں ہیں نواسہ امام طاہر و اطہر
 امام ابن امام، ابن امام، ابن امام اس کی
 کرے کیونکر بیاں توصیف مجھ سا خاوی و حقیر
 علی مرتضیٰ شیر خدا پر دادا پر نانا
 امام اولیں، زرج بتول و نفس پیغمبرؐ
 ہیں دادی بنتِ کسریٰ شاہزادی ملکہ فارس کی
 تو پر دادی جناب احمد مرسل کی ہیں دختر
 رسول اللہ جن کے واسطے اٹھتے تھے تعظیماً
 رہے گا آخری فرزند قائم جن کا نام محمد
 فضائل شاہزادی کے بیاں کیوں کر کرے کوئی
 خدیجہ محسن دیں سابق الاسلام کی دختر

وہ خاتونِ معظم ناز تھا جن پر طہارت کو
 گواہی آیہ تطہیر نے دی عرش سے اُکر
 یہی وہ ذات ہے جس پر بزرگی ناز کرتی ہے
 نساء العالمیں کی سیدہ اور شافعِ محشر
 نبی سب کے لیے تھے ہادی برحق زمانے میں
 نساء العالمیں کے واسطے تھیں فاطمہ رہبر
 زنانِ دہر میں تبلیغ کیوں کر سے نبی کرتے
 رہیں مصروفِ درس اپنے عمل سے فاطمہ اکثر
 کوئی عورت نبوت پر نہیں فائز ہوئی ورنہ
 میں کہہ دیتا ہوں زہرا، آیہ تطہیر پڑھ کر
 ہوئے تھے کر بلا میں قیدِ ہمراہ پدر یہ بھی
 رسن بستہ گئے اہلِ حرم کے ساتھ یہ دردِ
 یہی وہ ہیں جنہیں پہچان کر جابر نے بچپن میں
 پیامِ شہداء امت کا پس پیغامِ پیغمبر
 تھا دعوائے امامت زید کو آئے مقابل میں
 کی تصدیق ان کی کار وئے شجر نے بول اٹھا پتھر
 گلے میں کینسر، پانی بھی مشکل سے اترتا تھا
 کرد آسان مشکل جسکے کی یا باقرا طہر

قصیدہ نیمہ شعبان

فلک کو بھی ہے اک چکر سا اسکے سر کی گردش سے
خوشی سے مریض غم کی آئینہ بھی ششدر ہے
تغیر سے نہیں خالی زمانے کی کوئی شے بھی
وہ گل صرف خزاں ہو جائے گا جو تازہ و تر ہے
ہویدا ہے ہر اک شے سے سماں گویا غریباں کا
زمین سے آسمان تک ایک سناٹا سراسر ہے
فلک پر کہکشاں یا قمر پر چادر ہے پھولوں کی
لحد پر شمع ہے، یا آسمان پر ماہ النور ہے
اداسی آسمان سے تازہ میں کچھ چھائی ہے ایسی
کہ جاتی ہے نظر جس سمت اودھراک ہو کا منظر ہے
چراغ زندگی گل ہو رہا ہے، صبح ہوتی ہے
ارے اوپر وہ پوشا بتو خبر لے جاں لبوں پر ہے
خبر بھی ہے تجھے کیونکر گذاری رات آنکھوں میں
نقاب رخ اٹھ دے صبح کا تار فلک پر ہے
نہیں ہے روشنی کم کم یہ سیل اشک ہے جاری
مریض غم پر گریاں صبح کا تابندہ اختر ہے

مسیح اب خبر لے، حالت بیمار اب تر ہے
پھر ہیں پتلیاں ساقط ہیں نبضیں دم لبوں پر ہے
نفس کی آمد و شد بند ہوتی ہے کوئی دم میں
عرق آلود پیشانی ہے ٹھنڈا جسم لاغر ہے
ہے عالم نزع کا ٹھہریں ہیں نظریں رخ پر ہے زردی
ہجوم مکیسی دیاس و حسرت گرد بستر ہے
سر ہانے سے اٹھ جاتے ہیں اجاب و اعزا بھی
بھی جاتی ہے شمع زلیست بے احساس پیکر ہے
فنا کے بحر میں عمر دور و زہ ختم ہوتی ہے
یہ وہ کشتی ہے جس میں باد باں ہے اور نہ لنگر ہے
بہا کر اشک حسرت شمع بالیں تو ہوئی رخصت
کشاکش میں تر بیمار اب بالائے بستر ہے
وہ حالت ہو گئی ہے اب کہ شبنم بھی ہے اشک افشاں
کھلی ہے آنکھ، حسرت میں ہر اک خیم منور ہے
بھڑکتے ہیں جگر کے داغ عکس ماہ کامل سے
ہے چنگاری دل سوزاں کو جو تابندہ اختر ہے

ہیں آنارِ سحر اب مطلع پر نور اک پڑھ دو
 کہ تارے ڈوبتے ہیں آمدِ خورشیدِ خا در ہے
 و فورِ شوقِ مے سے خون گویا آتشِ تر ہے
 دل میکش بھی اک یا قوتِ ربّانی کا ساغر ہے
 ہٹا مے خانہٴ عالم سے پردہ رات کا ساقی
 نہاں نظروں سے کیوں اب بادِ گلگوں کا ساغر ہے
 کھڑے ہیں صفِ بصف سب میکشان بادِ الفت
 ہر اک کے ہاتھ میں یا قوتِ رمانی کا ساغر ہے
 ازل سے شیفۂ ہوں میکدہ کا تیرے اے ساقی
 بلا دے مے کہ جو غیرت وہ نسیم کو کثر ہے
 گلستاں میں چلی باؤس سر سبزہ نے کمر ڈلی
 نہالانِ جہن جنباں ہیں، خندہ ہر گل تر ہے
 مریضِ نیم جاں کو جس نے آکر دی توانائی
 نہ جانے روح سیلابی ہے یا وہ بادِ صحر ہے
 نہ کیوں ہونیمہٴ شعبان کو دل بشاش ہر اک کا
 یہی روزِ ظہورِ قائم آلِ پیہر ہے

وہ ٹوٹا نفل خاموشی مریضِ شامِ فرقت کا
 صدائے عجل اللہ ظہورہ اس کے لب پر ہے
 پڑھو اے فکر تم بھی جوش میں اک مطلع تازہ
 کہ صبحِ نیمہٴ شعباں ہے اور پر لطف منظر ہے
 ولادت سے تری اے شاہِ کل عالم منور ہے
 ترا نورِ امامت رشکِ نورِ ماہِ اختر ہے
 تو ہی ہے ناخداے بحرِ برائے ہادیِ دوراں
 تو ہی تو اب جہازِ امتِ عاصی کا لنگر ہے
 تو ہی ہے عیسیٰ دوراں تو ہی ہے کعبہ دوراں
 تو ہی مقصودِ عالم ہے، تو ہی محبوبِ داور ہے
 تو ہی ہے طورِ عرشِ حق تو ہی زینتِ وہ کر سی
 تجھ ہی سے ضوِ فکں ہر مسجد و محراب و منبر ہے
 محمد کا تو ہی پیغام بھی ہے اور مشابہ بھی
 نبوتِ ختم تھی ان پر امامت ختم تجھ پر ہے
 اشارہ سے نبی نے شق کیا تھا اگر مہر کا مل
 تو تیرے حکم کا بھی منظرِ خورشیدِ خا در ہے

ظہورِ نورِ حیدر گو کہ کعب سے ہوا لیکن
 نکلنا تیرا پردے سے طلوعِ مہر محشر ہے

قصیدہ دیگر نیمہ شعبان

نسیم صبحِ مآنی کھلے غمچے گلستاں میں
 تماشا دیکھنے کو چرخ نے لٹی نقابِ شب
 مریضانِ شبِ فرقت نے بڑیں کر دیں پیہم
 گزاری تھی عجیبِ عالم سے مر مرِ شبِ فرقت
 ہوئیں خاموش شمعیں رک گئے بہتے ہوئے آنسو
 دل بیمار ٹھہرا اور رکے جھونکے ہواؤں کے
 نسیم صبح کا ہی نے خرامِ ناز سے چل کر
 دختوں پر سنہرا رنگِ سورج کی شعاعوں سے
 وہ بکیروں کے نعرے گونج اٹھیں مسجد میں جس سے
 حسینانِ جہاں کا کر دھیں لینا سر بستر
 حسینوں کی نگاہوں سے الجھنا وہ شعاعوں کا

ہوا بیدار سبزہ کر دھیں لے کر بیاباں میں
 ستارہ صبح کا چمکا بڑھی ضوہرِ تاباں میں
 نسیم صبح کے جھونکوں نے جنبش دی رگِ جاں میں
 بڑھی طاقتِ سحر کے ہوتے ہی بیمارِ جہاں میں
 بُرودت پہنچی کافورِ سحر سے قلبِ سوزاں میں
 رکیں موجیں، گمی ہونے لگی دریا کے طوفاں میں
 کچھ ایسی پھونک دی اک روح تازہ جسمِ بجاں میں
 عنادِ دل کی وہ نغمہ سنجیاں صحنِ گلستاں میں
 وہ تہخانوں میں ناتواں صدا میں یادِ جاناں سے
 وہ بل کچھ اور بھی غصہ میں پڑنا زلفِ پیاں میں
 شکنِ رہ رہ کے پڑنا وہ جبینِ روئے تاباں میں

ستاروں کا چھپانا منہ ادھر گردوں کے دامن سے
 عنادل کا چمکنا اور وہ ہنسنا کھلتی کلیوں کا
 چمک غنچوں کی سنکر میں نے توبہ توڑنا سیکھا
 تجھے اس صبح کا صدقہ پلا دے آج تو اتنی
 مرے ساقی میں پیاسا رہ گیا اگر آج محفل میں
 نظر کے سامنے جو آتش تیر اور ساغر ہے
 پھنکا جاتا ہوں ساقی جلد دے کچھ جام بھر بھر کے
 بتائے نیمہ شعبان ہے آمد کس کی شعبان میں
 ملائک کارواں درکارواں نازل ہوئے ہیں کیوں
 زمین و آسمان دلوح و عرش و کرسی و جنت
 جناب زرجس خاتون کو حلقے میں لیے حوریں
 ہوا برج محل سے جب کہ طالع نیر تاباں

ادھر سر ڈالنا شبکا وہ خود اپنے گریباں میں
 چمک شبنم کے قطروں کی وہ سبزہ ہر گلستاں میں
 ادھر آ، ساقی پیماں شکن اب بزم رنداں میں
 کرے ہی مے نظر آنے لگے ہر سو بیا باں میں
 لگے گا بد نما دھبہ یہ اک کوثر کے داموں میں
 لگی ہے اور بھی کچھ آگ اس سے قلب گرماں میں
 کہ پڑھ دے فکر مطلع دوسرا بزم سخنداں میں
 مکمل ہو گیا ہے نور جس سے ماہ تاباں میں
 مبارکباد کا غل ہو رہا ہے حور و غلماں میں
 جسے دیکھو وہی ہے تہنیت خوانی کے سماں میں
 کھڑی ہیں انتظار آمد مہدی دوراں میں
 مکمل ہو گیا نور امامت قلب ایساں میں

مبارک ہو ولادت اے امام عسکری اس کی
 رکھلا ہے بارھواں یہ پھول امامت کے گلستاں میں